عہد عباسی میں کتب خانوں کی ترویج و اشاعت کے اسباب

از

ڈاکٹر محمد عبد العلیم چشتی، سینیئر لائبریرین، بیرو یونیورسٹی، کانو، نائجیریا،

حکم اقرأ اور قیدوا العلم بالکتاب نے اہل علم کو علمی ذخیرہ کی کتابت، قرأت، جمع و تحفظ نشر و ابلاغ کا گرویدہ بنایا اور اس طرح انفرادی ذخائر سے کتب خانوں کا آغاز ہوا دوسری صدی ہجری میں انفرادی، عمومی اور فنی و خصوصی ذخائر کا اس تیزی سے ارتقاء ہوا کہ گھر گھر کتب خانے قائم ہو گئے۔

عصر حاضر میں انفرادی کتب خانوں کو اہمیت حاصل نہ ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ خدمات سے خالی ہوتے ہیں لیکن عہد عباسی میں انفرادی کتب خانوں کی نوعیت اس سے یکسر مختلف تھی، وہ علمی ذخائر کا سرچشمہ تھے، تہذیبی و تمدنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے عوام و خواص کے ذہنوں کو مصفا و مجلا کرتے اور کتابی تہذیب کے ارتقاء میں ممد و معاون تھے، وہ بجا طور پر اپنی خدمات کے اعتبار سے ادارہ جاتی کتب خانے کہے جانے کے مستحق تھے، ان کی طلب و رسد سے سوق الکتب آباد تھے، جگہ جگہ پڑھنے لکھنے کا چرچا تھا، اور کتابوں کے ملنے اور ان کے ابلاغ کی سہولت حاصل تھی۔

اس مقالہ میں ہم نے عہد عباسی میں کتب خانوں کی ترویج و اشاعت کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے، انکی عددی حیثیت سے بحث کی ہے اور عہد عباسی میں شناخت کتب خانہ کے رہنما اصول کی نشاندہی کی ہے، اس سے عہد اسلامی میں کتب خانوں کی تاریخ کو سمجھنے میں مدد ملے گی، مسلمانوں کے کتب و کتب خانوں سے شغف، انکی حفاظت و اشاعت کا اور اس باب میں انکی سرگرمیوں کا نقشہ واضح ہو سکے گا نیز عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی میں انکی مساعی کا علم بھی،

عہد عباسی میں کتب خانوں کی ترویج و اشاعت کے اسباب

عہد اسلامی میں عباسی دور کو یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ اس دور کے اوائل ہی میں کتابوں اور کتب خانوں کا رواج ہو چکا تھا، کم و بیش ہر نامور عالم کے پاس ذاتی کتب خانہ ہوتا تھا، ہمارے اس خیال کی تائید حسب ذیل امور سے ہوتی ہے:

(۱) اس دور کے ائمہ فن ایک دوسرے کی کتابوں کا تنقیدی نگاہ سے مطالعہ کرتے اور ایک دوسرے کی تردید میں کتابیں لکھتے تھے، یہ امر ان کے پاس ذاتی کتب خانہ ہونے کی نشاندہی کرتا ہے، چنانچہ عبداللہ بن نافع کا بیان ہے۔

"ابن ابی ذئبؒ (۸۰-۱۵۸ھ / ۶۹۹-۷۷۵ء) عبدالعزیز ماجشون (وفات ۱۶۴ھ / ۷۸۰ء) ابن ابی حاتم (۱۰۶-۱۸۴ھ / ۷۲۵-۸۰۰ء) محمد بن اسحاق (وفات ۱۵۱ھ / ۷۶۸ء) امام مالک بن انسؒ (۹۳-۱۷۹ھ / ۷۱۲-۷۹۵ء) پر تنقید کرتے تھے ان میں زیادہ سخت محمد بن اسحاق تھا، وہ کہتا تھا میرے پاس ان کی کتابیں لاؤ میں ان کی خامیاں بتاؤں، میں ان کی کتابوں کا سالوتری ہوں"[1]

امام اوزاعیؒ (۸۸-۱۵۷ھ / ۷۰۷-۷۷۴ء) نے امام اعظم ابوحنیفہؒ (۸۰-۱۵۰ھ / ۶۹۹-۷۶۷ء) کی کتاب السیر (جنگی قوانین) کی تردید میں کتاب لکھی تو امام ابو یوسفؒ المتوفی ۱۸۲ھ نے ان کی تردید میں الرد علی سیر الاوزاعی لکھی[2] پھر امام ابو یوسفؒ نے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ (۷۴-۱۴۸ھ / ۶۹۳-۷۶۵ء) کے اختلافات فقہی پر اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ لکھی[3]، امام محمدؒ المتوفی ۱۸۹ھ نے امام مالکؒ کی تردید میں کتاب الحجۃ تصنیف کی[4]۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک عالم کا ذخیرہ کتب دوسرے عالم کے پیش نظر رہتا تھا۔

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۲۴ [2] الرد علی سیر الاوزاعی از ابو یوسف لیعقوب تحقیق ابی الوفاء الافغانی مصر لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد الدکن ۱۳۵۷ھ ص ۴ مقدمۃ المحقق [3] اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ، از امام ابو یوسف القاضی تحقیق ابی الوفاء الافغانی لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد ۱۳۵۷ھ ص ۳ مقدمۃ المحقق [4] الحجۃ علی اہل المدینۃ لمحمد بن الحسن الشیبانی تحقیق مہدی حسن الکیلانی مطبعۃ المعارف الشرقیہ، ۱۳۸۵ھ

(۲) یہ ائمہ فن اور علماء ایک دوسرے سے کتابیں مستعار لیتے تھے، چنانچہ امام احمد ابن حنبلؒ مورخ ابن سعد کاتب واقدی المتوفی ۲۳۰ھ سے مورخ واقدی المتوفی ۲۰۷ھ کی تصانیف مستعار لے کر مطالعہ کرتے تھے[1]، امام شافعیؒ امام محمدؒ سے کتابیں لے کر پڑھتے تھے[2]، امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے[3]۔

(۳) ائمہ فن اور اکابر علماء اہل علم کو دوسرے ائمہ فن کے ذخیرۂ علمی کو پیش نظر رکھنے، حاصل کرنے اور اسکی نشر و اشاعت کرنے کی ترغیب دیتے اور تاکید کرتے تھے، چنانچہ امام شافعیؒ امام اعظمؒ کے سرمایہ علمی کے متعلق فرماتے تھے۔

الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ[4] فقہ میں لوگ امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

(۴) رحلہ (Travel for Research Work) علمی تاسیس اور ترویج و اشاعت کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے، تمام علوم خاص طور پر تین اسلامی علوم تفسیر، حدیث، فقہ وہ علوم تھے اور ہیں، جن میں استنباط مسائل و استخراج معانی کا سلسلہ برابر قائم ہے، اور اس کا میدان بھی بہت وسیع ہے۔ عہد عباسی میں ہر بڑا عالم اپنی زندگی کا قیمتی حصہ اس کے معانی پر غور کرنے، سمجھنے اور ان سے مسائل استنباط کرنے میں صرف کرتا تھا، ان کے علمی ذخائر کو حاصل کرنے کے لیے سفر نہایت ضروری تھا اسی لیے عہد عباسی میں مفسرین، محدثین، و فقہاء مشرق و مغرب کے دور دراز ممالک کا سفر کرتے تھے، پھر دوسرے علوم کی تکمیل و تحصیل کتب کے لیے بھی اسی طرح سفر کیا جانے لگا تھا اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس سفر (رحلہ) کی غرض و غایت علوم و فنون میں

---

[1] تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۲۲ [2] البدایہ والنہایہ لابن کثیر، ج ۱۰ ص ۲۰۲-۲۰۳ [3] تالیف الخطیب تالیف محمد زاہد الکوثری ص ۴۰ [4] مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ابی یوسف و محمد بن الحسن للذہبی حیدر آباد الدکن لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ ۱۳۶۶ھ ص ۱۹۔

تحقیق وتدقیق، اساتذۂ فن کے ذخیرۂ کتب وکتب خانوں کی تحصیل اور ان کی نشر واشاعت بھی یہ رحلہ اسی مقصد سے کیا جاتا تھا، چنانچہ ابوسفیان محمد یشکری معمری المتوفی سنہ ۱۸۲ھ کے متعلق علامہ سمعانی رقمطراز ہیں۔

انما اشتہر بھذہ النسبة لرحلته الی معمر بن راشد الصنعانی لتحصیل کتبه وحدیثه۔[1]

موصوف کو معمر بن راشد صنعانی کی طرف نسبت سے شہرت حاصل ہے، موصوف نے سفر ہی میں ان کی کتابیں اور حدیثیں جمع کرنے کے لیے کیا تھا، اور خالد بن نزار ایلی کا بیان ہے۔

رحلت لکتب ابن جریج سنة خمسین ومائة فوجدته قد مات[2]

میں نے ابن جریج کی طرف سنہ ۱۵۰ھ میں سفر کیا، جب ان کے پاس پہنچا تو اس وقت ان کا انتقال ہوچکا تھا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مقدس سفر علوم وفنون میں اختصاص حاصل کرنے، اساتذۂ فن کے فیوض علمی، ان کی کتابوں اور ان کے کتب خانوں کی ترویج واشاعت کے لیے کیا جاتا تھا۔

(۵) عہد عباسی میں ہر طالب علم اپنے استادوں کی امالی (Lectures) قلمبند کرتا، ان کی کتابیں جمع کرتا، انھیں جی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا، اس لیے انھی کتابوں کے نسخے اس کے لیے سند ہوتے تھے، اکثر ان پر اس کے شیوخ و اساتذہ کے دستخط ہوتے یا ان سے پڑھنے کی صراحت ہوتی تھی، اس قسم کے نسخوں کو "الاصول" کہا جاتا تھا، اس دور میں ہر فن کا طالب علم اس نوع کا ذخیرۂ کتب دور طالب علمی سے جمع کرنے لگتا تھا، جو اس کے پاس تحصیل علوم کے زمانے تک بہت بڑی تعداد میں جمع ہوجاتا تھا اور آیندہ اہل علم کو نقل کرنے اور پڑھنے

[1] الانساب للسمعانی، ورق ۵۳۲ ب ۳۶۲ [2] العبر ج ۱ ص ۲۲۶

مطالعہ کرنے کے لیے عاریةً دیا جاتا تھا، جیسا کہ مورخ ابن سعد کاتب واقدی کے مذکورۂ بالا واقعہ سے ثابت ہے کہ یہ علما "الاصول" کو اشاعت کے لیے اپنے پاس رکھتے تھے، چنانچہ نامور محدث ابوسہیل ہارون بن احمد استرآبادی المتوفی سنہ ۳۶۳ھ جن کے متعلق حاکم نیشاپوری نے لکھا ہے،

کان صحیح الاصول، کثیر الحدیث[1]

موصوف کے پاس کتابوں کے اصل صحیح نسخے اور بہت حدیثیں تھیں۔

اور مورخ مستغفری نے "تاریخ نسف" میں لکھا ہے کہ

روزانہ ظہر کی نماز کے بعد باب مقصورہ پر املا کراتے تھے، جن میں عامہ اہل علم اور امیرزادے شرکت کرتے تھے، میں بھی اپنے بھائی، چچا، خدام اور اتالیق ابوعلی منصور بن محمد کے ہمراہ ان کی کئی مجلسوں میں شریک ہوا تھا، اس وقت میری عمر دس برس کی تھی، میرے سماع احادیث کا آغاز انہی کی مجالس املا سے ہوا تھا، موصوف جامع مسجد اور ابوالقاسم عبداللہ کے محل سرا میں جو انھیں اپنے فرزند ابونصر کی تعلیم کے لیے بخارا میں لایا تھا، "احادیث ابی حنیفہ عن ابی الولید الطیالسی وابراہیم بن بشار وغیرہما" نیز "اخبار مکہ" اور اپنے فوائد پڑھاتے تھے جو کچھ لوگوں نے ان سے سنا اور حاصل کیا تھا وہ "خاقان بن ازین" کے فتنہ صفر سنہ ۳۴۲ھ میں برباد ہوا، اور ان کے مسموعات میں سے لوگوں کے پاس بہت تھوڑا رہا تھا۔[2]

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عامۂ اہل علم استاد سے جو پڑھتے وہ لکھ لیتے تھے، ان کا ذخیرۂ علمی کتابوں کی صورت میں ان کے پاس محفوظ ہوتا تھا، وہ گاہ بگاہ حوادث روزگار سے

[1] الانساب للسمعانی تحقیق عبدالرحمن الیمانی، حیدرآباد الدکن مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانیہ سنہ ۱۳۸۲ھ ج ۱ ص ۲۰۲ [2] ایضاً ج ۱ ص ۲۰۳۔

ضائع ہو جاتا تھا جیسا کہ ابو سہیل کا املا کرایا ہوا ذخیرۂ کتب بلوے میں برباد ہو گیا تھا۔ ابو موسیٰ ہارون بن محمد ازاذ داری جوینی المتوفی ۳۱۳ھ بلند پایہ ادیب و فقیہ تھے، نیشاپور میں پڑھا اور بغداد میں لکھا تھا۔ موصوف کے متعلق حاکم نیشاپوری کا بیان ہے۔

اذا ورد البلد یحش مشائخنا[1] — موصوف کا جب نیشاپور میں ورود ہوتا تو ہمارے مشائخ کو ان کی آمد سے خوشی ہوتی تھی۔

موصوف کی آمد سے خوشی کا اصل سبب ان کا علم اور ان کا وہ علمی ذخیرہ تھا جو عامۂ اہل علم کے علم میں اضافہ کا سبب ہوتا تھا۔

(۶) اساتذہ کا اپنے شاگردوں کو کتابوں کی روایت کی اجازت دینے کا رواج شروع سے تھا، ان اقسام اجازت میں سے جن کا رواج فروغ علم کی وجہ سے عہد عباسیہ میں زیادہ تھا، چوتھی قسم "مناولہ" بھی ہے، اس میں شیخ اپنا اصلی نسخہ یا اس کی نقل شاگرد کو دیتا خواہ مالک بنا دیتا، خواہ عاریۃً دیتا تاکہ طالب علم اس کو نقل کر کے اس کا مقابلہ کرے۔[2] اس سے بھی استاد، شاگردوں کے ذخیرۂ علمی میں اضافہ کرتا تھا، دستور کے مطابق ہر پڑھا لکھا ذخیرۂ کتب رکھنے کا پابند ہوتا تھا۔

(۷) عہد عباسی میں اپنے نوشتہ کے علاوہ بیان کرنا بھی عالم کی غلطی سمجھی جاتی تھی،[3] اس لیے بھی ذاتی کتب خانوں کا اس دور میں بکثرت قیام عمل میں آیا اور انہیں غیر معمولی فروغ حاصل رہا۔

۱؎ کتاب الانساب للسمعانی، ج ۱ ص ۷۔ ۲؎ الالماع الی معرفۃ اصول الروایۃ وتقیید السماع بعیاض بن موسیٰ الیحصبی تحقیق احمد صقر القاہرہ، دار التراث ۱۳۸۹ھ ص ۸۰۔ الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب، حیدرآباد الدکن، مطبعۃ جمعیۃ دائرۃ المعارف العثمانیۃ ۱۳۵۷ھ ص ۳۳۰۔ علوم الحدیث لابن الصلاح تحقیق نور الدین عتر، حلب مطبعۃ الاصیل ۱۳۸۶ھ ص ۱۴۶، ۱۴۷۔ ۳؎ عیون الاخبار لابن قتیبہ القاہرۃ مطبعۃ دار الکتب المصریہ ۱۳۴۳ھ ج ۲ ص ۱۴۰۔

(۸) یہ بھی حقیقت ہے کہ عہد عباسی میں تاریخ، تذکرہ اور طبقات کی کتابوں میں بلند پایہ شخصیتوں، صاحب فن اور مشہور و معروف عالموں کا تذکرہ ہی قلمبند کیا جاتا تھا جن کے علم کا دریائے فیض کتابی و تدریسی خدمات کی صورت میں رواں رہتا تھا چنانچہ ابو الطیب عبد الواحد لغوی المتوفی ۳۵۱ھ مراتب النحویین میں رقمطراز ہیں۔

ہم نے کتاب میں جس ترتیب پر اہل عراق کا ذکر کیا ہے، ان پر علم اعراب ختم ہوا ہے۔ اور یہ وہ اصحاب کتب و مرجع علم و فن تھے جن سے علم اعراب میں رجوع کیا جاتا اور مشکل مسائل کو حل کیا جاتا تھا۔ اس سلسلہ کے علماء میں ہم نے اگر کسی کو چھوڑا ہے تو اس کی حسب ذیل تین وجوہ ہیں۔

۱۔ یا تو وہ امام فن نہیں تھا اس کے قول پر اعتماد نہیں کیا جاتا تھا۔

۲۔ یا اس کا کوئی ایسا شاگرد نہیں نکلا جو اس کے نام کو زندہ رکھتا۔

۳۔ یا اس نے کوئی ایسی تالیف نہیں چھوڑی جس کی نشر و اشاعت اہل علم ضروری سمجھتے ہوں جیسا کہ ہم یزیدیوں کے تذکرہ سے صرف نظر کر نا حالانکہ ان کا گھرانہ ایک علمی خانوادہ تھا، یہ سب اپنے جد امجد یحییٰ بن مبارک یزیدی سے نسبت رکھتے ہیں اور وہ ابو زید اصمعی، ابو عبیدہ اور کسائی کے طبقہ کا تھا اس نے علوم کی تحصیل ابو عمرو عیسیٰ بن عمر، یونس اور ابو الخطاب اکبر سے کی تھی، اس نے ابو عمرو سے قرأت مشہورہ روایت کی ہے جو لوگوں میں متداول ہے مگر اس کا علم رواۃ کے بارہ میں قلیل ہے، البتہ اس کی اولاد اور اس کے خانوادہ میں اس کا چرچا زیادہ ہے، وہ ثقہ، امین اور قدیم بلند رتبہ عالم تھا۔[1]

۱؎ مراتب النحویین تالیف، ابو الطیب عبد الواحد اللغوی تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم القاہرہ مکتبۃ نہضۃ مصر ۱۳۷۵ھ ص ۸۸

عہد عباسی میں کم و بیش ہر عالم کے پاس ذاتی کتب خانہ ہونا مبالغہ نہیں حقیقت ہے، کیونکہ اوائل عہد عباسی میں ایسے ایسے ائمہ فقہ، ائمہ حدیث، ائمہ لغت، ائمہ نحو و ادب کے پاس ذاتی کتب خانوں کا سراغ ملا ہے جن کے کتب خانوں کا نام سن کر لوگوں کو تعجب ہوگا۔[1] چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہؒ (۸۰-۱۵۰ھ / ۶۹۹-۷۶۷ء) امام مالکؒ (۹۳-۱۷۹ھ / ۷۱۲-۷۹۵ء) امام اوزاعیؒ (۸۸-۱۵۷ھ / ۷۰۷-۷۷۴ء) امام ابو یوسفؒ (۱۱۳-۱۸۲ھ / ۷۳۱-۷۹۸ء) امام محمدؒ (۱۳۱-۱۸۹ھ / ۷۴۸-۸۰۴ء) امام شافعیؒ (۱۵۰-۲۰۴ھ / ۷۶۷-۸۲۰ء) امام احمدؒ (۱۶۴-۲۴۱ھ / ۷۸۰-۸۵۵ء) امام بخاریؒ (۱۹۴-۲۵۶ھ / ۸۱۰-۸۷۰ء) امام مسلمؒ (۲۰۴-۲۶۱ھ / ۸۲۰-۸۷۵ء) امام فن جرح و تعدیل ابو زرعہ عبید اللہ رازیؒ (۲۰۰-۲۶۴ھ / ۸۱۵-۸۷۸ء) امام لغت و ادب خلیل بن احمد بصری (۱۰۰-۱۷۰ھ / ۷۱۸-۷۸۶ء) امام نحو ثعلب (۲۰۰-۲۹۱ھ / ۸۱۶-۹۰۴ء) وغیرہ کے پاس ذاتی کتب خانے موجود تھے، یہ ائمہ فن اپنی خداداد و مجتہدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے سرچشمۂ علوم تھے ان کی مہارت فن، جلالت شان اور زبردست حافظے کے پیش نظر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس ابتدائی دور میں یہ اپنے ذاتی کتب خانوں کے ذریعہ علوم و فنون کی تدوین کرتے، انھیں فروغ دیتے، کتب اور کتب خانوں کے ترقی پذیر سلسلہ کو پروان چڑھانے کی سعی پیہم کر رہے تھے، ان میں بعض ائمہ فن ایسے بھی تھے مثلاً ثعلب جن کے متعلق ان کے معاصرین نے تصریح کی ہے کہ درس اور ملاقات کے وقت ان کے ہاتھ میں کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی،[2] باینہمہ ان کے پاس کتب خانہ تھا، یعنی بظاہر ذاتی کتب خانہ نہ ہونے کی دلیل کے باوجود ان کے پاس ذاتی کتب خانہ موجود تھا۔[3] ابو بکر محمد بن قاسم انباری نحوی (۲۷۱-۳۲۱ھ / ۸۸۴-۹۴۰ء) جن کے متعلق تذکرہ نگاروں کا بیان ہے۔

کان یملی من حفظہ ومالکتبہ — موصوف اپنے حافظہ سے املا کراتے تھے ان سے

[1] کتاب الانباہ للقفطی ج ۱ ص ۱۴۰ [2] طبقات النحویین واللغویین تالیف محمد بن الحسن الزبیدی تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم مصر محمد سامی امین الخانجی ۱۳۷۳ھ ص ۱۴۲، کتاب الانباہ ج ۱ ص ۱۴۰ معجم الادباء ج ۲ ص ۱۴۴-۱۴۵

موصوف نے ایک اور مقام پر لکھا ہے:

انما اشتہرۃ العالم بمصنفاتہ و الروایۃ عنہ[1] — عالم کی شہرت اس کی تصانیف اور اس سے روایات کرنے والوں سے ہوتی ہے۔

اس سے حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ عہد عباسی میں کسی عالم کی شہرت کی بنیادی وجہیں دو ہی تھیں، ایک تصنیف و تالیف کے ذریعہ کتابی سرمایہ میں اضافہ اور دوسری روایت کے ذریعہ علم کی نشر و اشاعت، دور عباسی میں تذکرہ نگاری کے اندر کم و بیش انہی اصولوں کو پیش نظر رکھا جاتا تھا، اس لئے تذکرہ نگار جب کسی عالم کا تذکرہ لکھتے ہیں تو اس کے حالات میں تصریح کرتے ہیں کہ اس نے کن سے پڑھا، کہاں پڑھا، کن فنون میں کمال پیدا کیا، کہاں املا کرایا، کہاں وعظ کہا، کہاں مناظرہ کیا، کیا کیا لکھا، کن اہل علم اور ارباب فن کو اس سے تلمذ کا فخر حاصل رہا، کن مسجدوں، مدرسوں، سرایوں، تکیوں میں پڑھایا، کن خانقاہوں اور مشہدوں میں فروکش رہا، کن اہم مقامات میں وہ سفر کرتے ہوئے ٹھہرا، یہ وہ مقامات تھے جہاں عموماً کتب خانے قائم کیے جاتے تھے چنانچہ ابو سلمہ نصر شاشی ایلاقی المتوفی ۳۹۰ھ جو ایلاق کے قائدین میں سے تھے شاش میں رہتے تھے، ہیثم بن کلیب شاشی سے پڑھا تھا، امام بخاری سے بیک واسطہ حدیث روایت کرتے تھے، لوگوں نے ان سے بہت حدیثیں لکھی ہیں،[2] مورخ ابو سعد ادریسی کا بیان ہے کہ موصوف حج کے لیے جاتے ہوئے سمرقند آئے اور باب دستان کے پاس رباط الامیر میں اترے تو ہمارے اصحاب نے ان سے لکھا اور میں نے موصوف سے شاش میں ۳۸۰ھ سے قبل لکھا تھا۔[3]

[1] مراتب النحویین تالیف ابو الطیب عبد الواحد اللغوی تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، القاہرہ۔ مکتبہ نہضۃ مصر ۱۳۷۵ھ ص ۸۸ [2] کتاب الانساب ج ۱ ص ۱۳۴ [3] ایضاً

عنه الاملاء قائلا عن حفظه ۔[1] املا زبانی ہی لکھی گئی ہے ۔

یہ مذکورۂ بالا بیان موصوف کے پاس کتب خانہ نہ ہونے کی دلیل ہے، حالانکہ ان کے پاس زبردست کتبخانہ تھا[2]۔ ان حقایق کی روشنی میں مذکورۂ بالا دعوی کہ عہد عباسی میں کم وبیش ہر عالم کے پاس نجی کتب خانہ تھا، کہا جائے تو کچھ بیجا نہیں ۔

امام ثعلب کے مذکورۂ بالا واقعہ سے یہ امر بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ دوسری تیسری صدی ہجری میں درس اور ملاقات کے موقعہ پر کسی عالم کے ہاتھ میں کتاب کا نہ ہونا موجب حیرت وتعجب تھا۔ یہ اس حقیقت کا نہایت بین ثبوت ہے کہ اس دور میں اہل علم کا اپنے پاس کتابیں اور کتب خانہ رکھنا معمول سا بن گیا تھا، اور ان کو کتابوں سے ایسا شغف ہو گیا تھا کہ درس کے وقت ہی نہیں ملاقات کے وقت بھی ان کے ہاتھ سے کتاب نہیں چھوٹتی تھی، یہ تاریخی شہادتیں دائمی کتب خانوں کے وجود ہی کو ثابت نہیں کرتیں بلکہ ذاتی کتب خانوں کی کثرت کی بھی شاہد عدل ہیں ۔

مشہور مورخ محمد بن عمر واقدی (۱۳۰ھ-۲۰۷ھ / ۷۴۷ء-۸۲۳ء) جن کے ذاتی کتب خانہ میں ایک سو بیس (۱۲۰) بار شتر کتابیں تھیں، مورخین اور تذکرہ نگاروں نے صرف واقدی کے کتب خانے کا ذکر بھی ایک خاص واقعہ کی وجہ سے کیا ہے کہ انہیں بغداد کے مغربی حصہ سے مشرقی حصہ میں مکان تبدیل کرنا پڑا تو کتابیں ایک سو بیس (۱۲۰) اونٹوں پر لے جانی پڑی تھیں ورنہ ان کے معاصرین میں سے ہر ایک کے پاس اس سے بھی زیادہ کتابوں پر مشتمل کتب خانہ موجود تھا چنانچہ مورخ واقدی کا بیان ہے ۔

ما من احد الا وكتبه اكثر من حفظه وحفظي اكثر من كتبي ۔[3]

میرے معاصرین میں کوئی ایسا نہیں ہے جسکی کتابیں اس کے حفظ سے زیادہ نہ ہوں البتہ میرا حفظ میری کتابوں سے زیادہ ہے ۔

---

[1] کتاب الانساب ج ۱ ص ۳۵۴ [2] تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۹۲، [3] تاریخ بغداد ج ۳ ص ۵ و عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر تالیف محمد بن محمد ابن سید الناس، القاهرة، مکتبۃ القدسی ۱۳۵۶ھ ج ۱ ص ۱۸ ۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تیسری صدی ہجری کے اہل علم کا ذخیرۂ علمی اتنی وسعت اختیار کر گیا تھا کہ اتفاق سے اگر کسی نامور عالم یا اہل فن کے یہاں گھر کے کسی کونے میں رکھا ہوا ذخیرۂ کتب دکھائی دیتا تو اہل علم کی نظروں میں سماتا نہیں تھا، حیرت وتعجب سے پوچھا جاتا تھا، کہ کیا جناب کے پاس کل اتنا ہی کتابوں کا ذخیرہ ہے، چنانچہ ابراہیم بن سفیان زیادی المتوفی ۲۴۹ھ کا بیان ہے ۔

”ایک شخص خراسان سے اصمعی المتوفی ۲۱۶ھ کے پاس آیا جب وہ اصمعی سے مانوس ہو گیا تو اس نے ان سے ایسے موقعہ پر پوچھا جب وہ گھر میں تشریف فرما تھے کہ جناب کی کتابیں کہاں ہیں، اصمعی نے زاویۂ بیت (گھر کے ایک گوشہ) کی طرف اشارہ کیا اس نے اسے بہت تھوڑا سمجھا اور کہا بس اتنا ہی ہے، اصمعی نے کہا حقیقت میں یہ بھی اپنی ندرت کے اعتبار سے بہت ہے ۔“[1]

مورخ واقدی کے مذکورۂ بالا بیان میں ما من احد کے الفاظ عام ہیں جو شاہان عباسی کے زیر نگیں پورے اسلامی قلمرو کے معاصر علماء پر یکساں صادق آتے اور منطبق ہوتے ہیں، لیکن کسی وجہ سے اگر اس کا دائرہ خاص علماء اور نامور ارباب فن تک محدود رکھا جائے تو بھی دوسری تیسری صدی ہجری میں بغداد کے اندر ذاتی بڑے کتب خانوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہو تو چنداں مستبعد نہیں ۔

مورخین اور تذکرہ نگاروں نے مورخ واقدی کے تمام مشہور معاصرین کا تذکرہ قلمبند کیا ہے لیکن معدودے چند کے سوا کسی کے کتب خانے کا ذکر انکے یہاں نہیں ملتا جو ہمارے اس دعوے کی نہایت قوی دلیل ہے کہ عہد عباسی میں کتب خانے مسلم معاشرے کے لوازم زندگی بن چکے تھے، اور

---

[1] مراتب النحویین، ص ۴۹-۵۰ ۔

کم و بیش ہر ایک عالم کے پاس ذاتی کتب خانہ ہوتا تھا، اس لیے ہر ایک کے تذکرہ میں اسکے کتب خانے کے ذکر کرنے کا چنداں اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔

اس دور میں ارباب کمال کی اسلامی قلمرو میں جیسی کثرت تھی اسکا اندازہ صرف بصرہ میں ارباب فن کی تعداد سے کیا جاسکتا ہے، چنانچہ واقدی کے معاصر اور خلیل بن احمد بصری کے نامور شاگرد نضر بن شمیل (۱۲۲ھ۔۲۰۳ھ / ۷۴۰ء۔۸۱۹ء) نے اپنی تنگ دستی کی وجہ سے جب بصرہ کو خیر آباد کہا اور خراسان کا رخ کیا تو تین ہزار اہل علم انھیں رخصت کرنے مربد تک گئے تھے، انکے متعلق ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ نضر بن شمیل کا رخصت کرنے والوں میں کوئی جلیل القدر محدث، کوئی نحوی، کوئی لغوی، کوئی عروضی اور کوئی اخباری تھا۔[1]

مربد میں نضر نے ان ارباب کمال سے کہا تھا کہ مجھے بصرہ میں ایک یا دو کلچے بھی پیٹ بھر کھانے کو مل جاتے تو میں بصرہ کو چھوڑ کر نہ جاتا، نضر بن شمیل کا کتب خانہ تھا اور جو علماء علم و کتب اور کتب خانوں کے فروغ و ترقی میں سرگرم عمل تھے انھیں وطن سے نکلنے نہیں دیا جاتا تھا، اسی لیے نضر بن شمیل کو اہل بصرہ سے یہ بات کہنی پڑی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی نامور عالم کسی شہر میں اقامت پذیر ہوتا اور اس کی مساعی جمیلہ سے اس بستی یا شہر میں علم اور کتابوں کو فروغ و ترقی ہوتی تو اس کا وہاں سے نکلنا اہل شہر کو گوارا نہیں ہوتا تھا، چنانچہ معمر بن راشد صنعانی المتوفی ۱۵۲ھ نے جو بصری تھے، صنعاء کو چھوڑ کر بصرہ آنا چاہا تو اہل صنعاء نے صنعاء میں ان کی شادی کر دی اور پھر ان کا صنعاء سے نکلنا نہ ہو سکا۔[2] اس سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو گئی کہ جن ارباب فن سے شہر، بستی اور کوچہ کو فخر حاصل ہوتا تھا

[1] طبقات النحويين واللغويين للزبیدی، ص ۵۳، الانباء للقفطی ج ۳ ص ۳۴۸، ۳۴۹، ابن خلکان ج ۲ ص ۱۶۱۔ [2] تہذیب التہذیب لابن حجر، حیدر آباد الدکن مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۲۶ھ ج ۱۰ ص ۲۲۵

ان کو شہر اور بستی میں رکھنے کی ہر تدبیر کی جاتی تھی انھیں جمالیاتی اور سماجی بندھنوں میں باندھا جاتا تھا تاکہ رفاقت کی وجہ سے داغ مفارقت نہ دے سکیں۔

ابو عبیدہ نے نضر بن شمیل کا مذکورۂ بالا واقعہ کتاب مثالب اہل البصرہ میں اہل بصرہ کی مذمت بیان کرتے ہوئے نقل کیا ہے، جس سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوئی ورنہ پتہ بھی نہ چلتا کہ بصرہ جیسا چھوٹا سا شہر تین ہزار ایسے گوناگوں باکمال علماء سے آباد تھا، وہ علماء جو نضر بن شمیل کو رخصت کرنے نہیں گئے یا نہیں جاسکے تھے ان کی تعداد کا تو کوئی علم نہیں، ظاہر ہے ایسے علم دوست اور علم کے قدر دانوں کے متعلق واقدی کی مذکورۂ بالا شہادت کی موجودگی میں یہ کہنا درست ہے کہ ان تین ہزار علماء و فضلاء کے پاس نجی کتب خانوں کا ہونا ظاہر و باہر ہے۔

علماء اور ارباب کمال کی اتنی بڑی تعداد جہاں آباد ہوتی تھی ایسے شہر اور ایسی بستی کے لیے بلاد اسلامی کے جغرافیہ نویس علامہ سمعانی لکھتے ہیں۔

هذه النسبة الى البصرة وشهرتها اغنتني عن ذكرها لكن ذكرتها لكي لا يخلو الكتاب عنها۔[1]	یہ بصرہ کی طرف نسبت ہے اور اسکی شہرت نے مجھے اس کے ذکر سے مستغنی کر دیا ہے، لیکن میں نے اس کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ کتاب اس کے ذکر سے خالی نہ رہے۔

یاقوت کا بیان ہے:۔

والمنسوبون اليها من اهل العلم لا يحصون[2]	اور بصرہ کی طرف اہل علم کی اتنی بڑی تعداد منسوب ہے کہ شمار نہیں کی جاسکتی۔

اسی علمی ثروت کی وجہ سے بصرہ کو "خزانۃ العرب" کہا جاتا تھا۔[3]

[1] کتاب الانساب ج ۲ ص ۲۵۷، [2] معجم البلدان ج ۱ ص ۴۳۰، [3] کتاب الانساب ج ۲ ص ۲۵۳

اس قسم کی معلومات تذکرہ، تاریخ وطبقات کی کتابوں کے علاوہ انساب، وجغرافیۂ بلاد کی کتابوں میں بھی بکثرت ملتی ہیں، ان کی اصل غایت اس عالم کے حدود استفادہ وافادہ علمی کو بیان کرنا، اس کے حلقۂ اثر کو بتانا، اشاعت علم، کتابوں اور کتب خانوں کے فروغ وترقی میں اس کی مساعی جمیلہ کو بیان کرنا، اس کے ذخیرۂ کتب سے اس خطہ کے اہل علم کے استفادہ وفیض عام کی صراحت کرنا ہوتا تھا، اسی لئے تذکرہ نگار اس عالم کا جو پہلی مرتبہ کسی امام فن کے ذخیرہ سے کسی خاص خطۂ ارضی اور کسی خاص اسلامی شہر کو روشناس کراتا تھا اس کا تعارف اول من ادخل کتب فلان[1] (موصوف سب سے پہلے فلاں کی کتابیں لے کر پہنچے تھے) کے شاندار الفاظ سے کراتے تھے۔

عہد عباسی میں مورخین اور تذکرہ نگاروں کا طبقات[2]، مکاتیب[3]، فکر، ادبا[4]، اقالیم ومالک[5]، انساب[6]، والقاب[7] اور کنی[8] پر کتابیں لکھنے، کتب تاریخ میں ہر سنہ کے بعد مشاہیر کی وفیات ذکر کرنے کی غرض وغایت ہی مشاہیر عصر، نامور ارباب فن، اہل علم واہل قلم کے فیضان واثر کو بیان کرنا اور ان کی تحقیقات سے علمی دنیا کو متعارف کرانا ہوتا تھا[9] جس سے

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۰۰، المذاہب الفقہیۃ الاربعۃ الحنفی، المالکی، الشافعی، الحنبلی وانتشارہا عند جمہور المسلمین لاحمد تیمور باشا مع دراسۃ تحلیلیۃ لمحمد ابی زہرۃ، القاہرۃ لجنۃ نشر المؤلفات التیموریۃ، ج ۱، ت ص ۶۵، ۸۲، ۸۳۔ [2] کتاب مشاہیر علماء الامصار تالیف محمد بن حبان البستی تحقیق فلایشہر القاہرۃ مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر ۱۳۷۹ھ ص ا، طبقات الفقہاء لابی اسحاق ابراہیم الشیرازی تحقیق احسان عباس، بیروت، دار الرائد العربی سنہ ۱۹۷۰ء ص ۳۱ [3] مراتب النحویین ص ۳ مقدمۃ المحقق طبقات النحویین واللغویین ص مقدمۃ المحقق [4] العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱، مروج الذہب ومعادن الجوہر للمسعودی تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید ط ۴ (۲) مصر مطبعۃ السعادۃ ۱۳۸۴ھ ج ۱ ص ۱، [5] یتیمۃ الدہر فی محاسن اہل العصر للثعالبی تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید القاہرۃ، مطبعۃ حجازی ۱۹۳۴ء ج ۱ ص ۳ [6] تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقاب تالیف عبد الرزاق ابن الفوطی تحقیق مصطفی جواد دمشق المطبعۃ الہاشمیۃ، [7] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۲۳ [8] اللباب ج ۱ ص ۱ [9] المؤتلف والمختلف تالیف الحسن بن بشر الآمدی تحقیق عبد الستار احمد فراج القاہرۃ عیسی البابی الحلبی ۱۳۸۱ھ ص ۲، وفیات الاعیان لابن خلکان تحقیق احسان عباس، بیروت دار الثقافۃ ۱۹۶۹ء ج ۵ ص ۳۲۵۔

سوانح حیات وکتابیات کو بھی تنوع، وسعت اور فروغ حاصل ہوتا رہا۔

یہاں یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ مورخ ابو عبد اللہ ابن سعد کاتب واقدی (۱۶۸-۲۳۰ھ) نے الطبقات الکبیر کو اسلامی صوبوں پر مرتب کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مقصد پہلی، دوسری اور تیسری صدی میں اسلامی قلمرو کے مختلف صوبوں اور شہروں کی علمی ترقی، علماء واہل فن کی علمی وفنی سرگرمیوں کو بیان کرنا ذخائر علمی اور کتب خانوں کی طرف رہنمائی کرتا تھا۔

انہی حقائق کی وجہ سے علامہ سمعانی اور یاقوت رومی وغیرہ اسلامی قلمرو کے ایک ایک کوچے، بستی، قصبے، شہر، صوبے اور ملک کے متعلق اس امر کی صراحت کرتے ہیں کہ یہ بستی محدثین سے آباد تھی، اس محلے میں ادبا رہتے تھے، یہ بڑا مردم خیز خطہ تھا، یہاں سے ہر فن میں ارباب کمال نکلے ہیں، اس سرزمین سے گذشتہ وموجودہ ہر دور میں علماء وفضلاء نکلتے رہے ہیں، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس خطہ کو فروغ علم، فروغ کتب اور کتب خانوں کی ترویج واشاعت میں امتیاز حاصل رہا ہے، کتاب الانساب سمعانی اور معجم البلدان یاقوت سے بطور نمونہ حرف الف کی تقطیع سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں، اس سے حقیقت حال واضح ہو جائے گی، علامہ سمعانی اصفہان[1] کی ایک بستی آبی کے متعلق رقمطراز ہیں "خرج منہا جماعۃ من المشاہیر"[1] اس بستی سے نامور اہل علم کی ایک جماعت نکلی ہے، آجری جو بغداد کے غربی گوشہ میں نہر طابق کا ایک محلہ ہے، اس کے متعلق یاقوت لکھتے ہیں "اس میں بہت سے علماء رہتے ہیں"[2] اسکاف کے متعلق موصوف کا بیان ہے[3] "نامور علماء، ادباء، حکام، محدثین کی بہت بڑی تعداد یہاں سے نکلی ہے"[3] آمد ایک بہت پرانا چھوٹا مضبوط شہر تھا، اس کے متعلق سمعانی فرماتے ہیں "یہاں سے ہر فن کے علماء نکلے ہیں"[4]

[1] کتاب الانساب، ج ۱ ص ۴۸ [2] معجم البلدان ج ۱ ص ۵۱ [3] ایضاً ج ۱ ص ۱۸۱

[4] کتاب الانساب ج ۱ ص ۸۲،

اور آمل طبرستان کے متعلق لکھتے ہیں، قدیم و جدید اہل علم کی ایک جماعت اس کی طرف منسوب ہے، یہاں سے ہر فن کے علماء نکلے ہیں[1]

علامہ سمعانی نے کتاب الانساب میں (۴۵۲۶) مشہور نسبتوں کا ذکر کیا ہے جن میں ابتدائی (۴۲) نسبتوں میں دو سو نامور علماء کا تذکرہ کیا ہے، اس حساب سے صرف کتاب الانساب میں تقریباً چودہ پندرہ ہزار نامور علماء و فضلاء کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں،[2] اگر ایک نسبت میں صرف ایک ہی قابل قدر کتب خانہ شمار کیا جائے تو چھٹی صدی ہجری میں اسلامی دنیا میں کم از کم ساڑھے چار ہزار عوامی، شاہی اور ذاتی کتب خانوں کی تعداد پہنچتی ہے ورنہ دس بارہ ہزار سے کسی طرح کم نہیں قرار دی جا سکتی، تاہم اس تعداد سے کتب خانوں کی کثرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور مسلم معاشرہ میں کتب خانوں سے عام دلچسپی کا بھی پتہ چلتا ہے یہ بھی دراصل عہد عباسی میں کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک کا اثر تھا، اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کتابی سرگرمی اور کتب خانوں کی ترقی میں عہد عباسی کو خصوصیت خاص حاصل ہے لیکن افسوس ہے کہ اس دور کے کتب خانوں کی تاریخ پر علمی اور تحقیقی انداز میں اب تک ایسا کام نہیں ہوا، جس میں اصل ماخذوں کو زیادہ سے زیادہ کھنگالا گیا ہو، فنی نقطۂ نگاہ سے ان کے اسباب و علل کا کھوج لگایا گیا ہو اور ان کے ارتقاء کو عہد بعہد بتایا گیا ہو۔

(د) عہد عباسی میں کتب خانوں کی نشان دہی کے اسباب	مورخین اور تذکرہ نگاروں نے طبقات و سیر کی کتابوں میں حسب ذیل تین اہم اسباب کی وجہ سے کتب خانوں کا

ذکر کیا ہے۔

[1] کتاب الانساب، ج ۱ ص ۲۰۰ ؛ [2] سمعانی اور ان کی کتاب الانساب مقالات عرشی، از امتیاز علی عرشی، لاہور مجلس ترقی ادب ۱۹۷۰ء، ص ۲۲۸

(۱) نہایت غیر معمولی کتب خانوں کو بیان کیا ہے۔[1]

(۲) کسی خاص واقعہ کے ضمن میں اتفاقاً کتابوں اور کتب خانوں کا ذکر ان کے زبان و قلم پر آ گیا جیسا کہ مورخ واقدی کے بغداد میں نقل مکانی کی وجہ سے اس کی کتابوں اور اس کے کتبخانوں کا ذکر تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں آ گیا۔[2]

(۳) کسی عالم، بادشاہ، امیر، وزیر وغیرہ کی کتابوں سے غیر معمولی شغف کی وجہ سے ضمنی طور پر اس کے کتب خانہ کا تذکرہ کیا ہے۔[3]

ان ہی تینوں اسباب کی روشنی میں اس موضوع پر لکھنے والوں نے کتب خانوں کا ذکر کیا۔[4]

(ز) عہد عباسی میں کتب خانوں کی شناخت کے رہنما اصول	عہد عباسی کے مورخین و تذکرہ نگاروں نے کتب خانوں کی رہنمائی اور نشاندہی جن اشاروں اور فقروں سے کی ہے وہ

کتب خانوں کی شناخت کے اساسی اصول کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کی روشنی میں عہد عباسی کے کتب خانوں کی تعیین کی گئی ہے وہ رہنما اساسی اصول حسب ذیل ہیں۔

(۱) کسی خاص نام سے کتب خانہ قائم کرنا یا کسی کے ذخیرۂ کتب کے لیے خزانہ کا لفظ لکھا جانا مثلاً۔

الف:-	لہ خزانہ۔[5]	ب:-	خزانہ کتب[6]
ج:-	خزائن الکتب۔[7]	د:-	خزانۃ الحکمۃ۔[8]

[1] کتاب صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء، تالیف احمد بن علی، القاہرہ دار الکتب المصریہ ۱۳۳۱ھ ج ۱ ص ۴۶۶ [2] تاریخ بغداد ج ۳ ص ۵ معجم الادباء ج ۷ ص ۵۸ [3] کتاب الفہرست لابن الندیم ص ۱۶۹، ۲۰۵، ۲۸۲ معجم الادباء ج ۵ ص ۲۶۶، ۱۵۹ [4] کتاب الفہرست ص ۶۰ [5] آثار البلاد و اخبار العباد تالیف زکریا بن محمد بن محمود القزوینی بیروت دار صادر للطباعۃ والنشر ۱۳۸۰ھ ص ۳۸ [6] فقہ اللغۃ و سر العربیہ تالیف عبد الملک الثعالبی تحقیق مصطفیٰ السقا ابراہیم الابیاری عبد الحفیظ شلبی، ط: ۲ مصر مطبعۃ مصطفیٰ البابی ۱۳۹۲ھ ص ۹ [7] کتاب المنتظم ج ۱۰ ص ۱۱۳ [8] کتاب الفہرست لابن الندیم ص ۳۸۲

و :- خزانۃ العلوم [1]
د :- بیت الحکمۃ [2]
ز :- دار الحکمۃ [3]
ح :- صوان الحکمۃ [4]
ط :- بیت الکتب [5]
ی :- بیوت الکتب [6]
ک :- دار الکتب [7]
ل :- مکتب [8]
م :- دار العلم [9]
ن :- دار المعرفۃ [10]

(۲) کتابیں جمع کرنا۔ مثلاً یہ کہنا۔

الف ۔ اقتنی کتباً کثیرۃ [11] — اس نے بہت کتابیں حاصل کی تھیں۔

جمع ما لم یجمعہ احد من اقرانہ [12] — موصوف نے اتنی کتابیں جمع کیں جو ان کے معاصرین میں سے کسی نے جمع نہیں کی تھیں۔

د ۔ جمع من الحدیث ما لم یجمعہ احد [13] — موصوف نے حدیث کا اتنا ذخیرہ جمع کیا تھا کہ

---

[1] جمہرۃ انساب العرب تالیف ابن حزم تحقیق عبد السلام محمد ہارون، مصر، دار المعارف ۱۳۸۲ھ، ص ۱۰
[2] کتاب الفہرست لابن الندیم، ص ۱۵۴، معجم الادباء ج ۵ ص ۶۶ [3] کتاب المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار المعروف بالخطط المقریزیہ، القاہرہ، دار الطباعۃ المصریہ ببولاق ۱۲۷۰ھ ج ۱ ص ۴۴۳ [4] کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون تالیف حاجی خلیفہ، استانبول، مطبعۃ المعارف ۱۳۲۰ھ ج ۱ ص ۶۸۳ [5] کتاب تتمۃ صوان الحکمۃ تالیف علی بن زید بیہقی تحقیق محمد شفیع، لاہور، پنجاب یونیورسٹی ۱۳۵۱ھ ص ۴۴، ۵۶، ۱۲۸ [6] ایضاً ص ۴۳ [7] النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ، تالیف یوسف ابن تغری بردی، القاہرۃ، مطبعۃ دار الکتب المصریہ ۱۳۴۵ھ ص ۱۳۲
[8] کتاب الانساب ج ۵ ص ۳۵ [9] کتاب الخطط المقریزیہ ج ۱ ص ۴۵۸ [10] تاریخ ابن خلدون ۳۶ بیروت، دار الکتاب اللبنانی ۱۹۵۶ء ج ۴ ص ۷۹ [11] تاریخ الحکماء للقفطی تحقیق جیمس سرٹ، لیزک، تھیوڈر دیچہ ۱۹۰۳ء ص ۳۶۲ [12] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۲۶۵، النجوم الزاہرہ ۵/۴ ص ۱۲۶
[13] کتاب الانساب ج ۱ ص ۲۲۳ ۔

معاصرین میں سے کسی نے نہیں کیا تھا۔

ج ۔ جمع من الکتب ما لم یجمعہ غیرہ [1] — موصوف نے اتنی کتابیں جمع کی تھیں کہ ان کے معاصرین میں سے کسی نے نہیں کی تھیں۔

د ۔ جمع من الکتب ما لم یجمعہ احد [2] — اس نے اتنی کتابیں جمع کی تھیں کہ کسی نے نہیں کی تھیں۔

ہ ۔ جمع کتباً عظیمۃ [3] — موصوف نے بڑی کتابیں جمع کی تھیں۔

و ۔ جمع کتباً کثیرۃ [4] — اس نے بہت کتابیں جمع کی تھیں۔

ز ۔ جمع الکتب الحسان [5] — اس نے عمدہ عمدہ کتابیں جمع کی تھیں۔

ح ۔ جمع وکتب ما لا یحصی [6] — اس نے اتنی کتابیں جمع کی اور لکھی ہیں کہ شمار نہیں کی جا سکتیں۔

ط ۔ جمع من الکتب کثیرا وکان شدید [7] الشغف بہا [8] — اس نے بہت کتابیں جمع کی تھیں، اور اسے ان سے بہت شغف تھا۔

پانچویں صدی ہجری میں اس فقرہ کا یہ مطلب تھا کہ اس نے ہزاروں کتابیں جمع کی تھیں، اس کا بہت بڑا کتب خانہ تھا، چنانچہ مرہف بن اسامہ المتوفی ۶۱۳ھ کے متعلق منذری نے یہی الفاظ لکھے ہیں، یاقوت نے موصوف کا جو بیان نقل کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے

---

[1] الکامل فی التاریخ لابن الاثیر، ج ۹ ص ۱۱۰، المختصر فی اخبار البشر تالیف ابو الفداء اسماعیل مصر المطبعۃ الحسینیہ المصریہ ۱۳۲۵ھ ج ۲ ص ۱۳۰ [2] تاریخ ابن خلدون ج ۴ ص ۹۹ [3] کتاب المنتظم ج ۹ ص ۱۸۰ [4] البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۱۲ ص ۱۳۰ [5] المنتظم ج ۱۰ ص ۱۲۲ [6] کتاب المنتظم ج ۱۰ ص ۱۲۲، [7] کتاب العبر ج ۳ ص ۵۹ [8] التکملۃ لوفیات النقلۃ لعبد العظیم المنذری تحقیق بشار عواد معروف النجف مطبعۃ الآداب ۱۳۹۰ھ ج ۲ ص ۲۱۰

کتب خانہ میں کتابوں کی اتنی بڑی تعداد موجود تھی کہ انھیں بھی اس کا صحیح علم نہ تھا، ایک افتاد میں موصوف نے چار ہزار کتابیں فروخت کیں تو بھی پتہ نہ چلا کہ کتب خانہ سے کچھ نکلا ہے[1]۔

ی ۔ رحل وجمع وصنف[2]۔ — موصوف نے سفر کیا، کتابیں جمع کیں اور تصنیف کیں۔

ک ۔ سمع وجمع وصنف[3]۔ — اس نے احادیث کا سماع کیا، انھیں جمع کیا اور تصنیف کی۔

ل ۔ تعب فی جمعہ وجمع المجموع[4]۔ — موصوف نے جمع حدیث میں بہت مشقت برداشت کی اور مجموعے جمع کیے۔

م ۔ حصل الاصول الثمینۃ[5]۔ — اس نے اصل قیمتی نسخے حاصل کئے تھے۔

ن ۔ حصل الاصول وجمع الکتب[6] — اس نے اصل نسخے حاصل کئے اور کتابیں جمع کیں۔

س ۔ حصل اصولاً کثیرۃ[7]۔ — اس نے بہت سے اصل نسخے جمع کیے تھے۔

ع ۔ حصل عندہ من الاصول والاجزاء مالا یوصف کثیرۃ[8]۔ — موصوف نے اصل نسخے اور اجزاء اتنے جمع کیے تھے کہ ان کی تعداد حیطۂ بیان سے باہر ہے۔

ف ۔ حصل کتباً کثیرۃ[9]۔ — موصوف نے بہت کتابیں جمع کی تھیں۔

ص ۔ حصل ... الکتب الجیدۃ[10]۔ — اس نے بہت عمدہ کتابیں جمع کی تھیں۔

ق ۔ حصل کتباً نفیسۃ[11]۔ — اس نے نفیس کتابیں فراہم کی تھیں۔

ر ۔ حصل من الکتب الطبیۃ — اس نے طب وغیرہ کی اتنی کتابیں جمع کی تھیں جو

---

[1] معجم الادباء، ج۲ ص۱۹۶ [2] الانساب ورق ۱۳۴ ب [3] تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص۱۲۳۱۔
[4] الانساب ورق ۷۹۴ ب [5] تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص۱۳۸۴ [6] التکملہ لوفیات النقلہ ج۳، ص۲۵۵ [7] تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص۱۴۰۵ [8] ایضاً ج۳ ص۱۱۹۲ [9] البدایہ والنہایہ ج۱۳ ص۱۵۶ [10] تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص۱۳۶۴ [11] کتاب المنتظم، ج۱۰ ص۱۲۱۔

وغیرہما مالا یکاد یوجد عند غیرہ[1] — اس کے معاصرین میں سے کسی کے پاس مشکل ہی سے مل سکتی تھیں۔

سا ۔ صرف فیہا زائداً عن خمسین الف دینار فی تحصیل الکتب اشتراءً ونقلاً وکتابۃ[2]۔ — موصوف نے پچاس ہزار دینار سے زیادہ رقم کتابوں کی خریداری اور نقل وکتابت کرانے پر خرچ کی تھی۔

ش ۔ کان حریصاً علی طلب الکتب[3] — وہ کتابیں جمع کرنے کا دلدادہ تھا۔

س ۔ کان حریصاً علی کتابتہ[4]۔ — وہ حدیثیں لکھنے کا شوقین تھا۔

ث ۔ کان حریصاً علی نقل الکتب وتحصیلہا[5]۔ — وہ کتابیں نقل کرنے اور حاصل کرنے کا دلدادہ تھا۔

ت ۔ (الف) ابو البشر الفضل حریص علی اقتناء الکتب[6]۔ — ابو البشر فضل کتابیں جمع کرنے کا دلدادہ تھا۔

ث ۔ خلف ما جمعہ فی طول عمرہ من الکتب[7]۔ — عمر بھر جو کتابیں جمع کی تھیں وہ چھوڑ گئے۔

ث ر الف، کان کثیر العنایۃ بتحصیل الکتب[8] — موصوف کو کتابیں حاصل کرنے کی بہت لگن تھی۔

خ ۔ کان کثیر الکتب[9]۔ — وہ کتابیں بہت رکھتا تھا۔

---

[1] عیون الانباء فی طبقات الاطباء لابن ابی اصیبعہ، ج۲ ص۳۵۰-۳۵۱ [2] الانباہ الرواۃ ج۲ ص۳۰۵
[3] عیون الانباء جلد ۲ صفحہ ۱۷۱ ۔ [4]
[5] عیون الانباء، ج۲ ص۱۷۶ [6] یتیمۃ الدہر ج۴ ص۴۲۴ [7] التاریخ الکبیر لابن عساکر بترتیب تہذیب عبدالقادر آفندی بدران، دمشق طبعۃ روضۃ الشام، ۱۳۲۹-۱۳۵۱ھ ج۳ ص۳۶ [8] الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ تالیف عبدالقادر ابن ابی الوفاء محمد القرشی حیدرآباد الدکن مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ ۱۳۳۲ھ ج۲ ص۱۵۷ ۔ [9] کتاب الانساب ج۱ ص۲۲۳ [10] وفیات الاعیان ج۱ ص۶۶ ۔

عربی	اردو
خ (الف) کان من المکثرین فی الحدیث کتابۃ وسماعا۔[۱]	موصوف حدیث کی بکثرت کتابت و سماعت کرنے والوں میں سے تھے۔
ذ ۔ کتب بخطہ الکثیر وحصل الاصول[۲]	اس نے اپنے قلم سے بہت لکھا اور اصل نسخے جمع کیے تھے۔
ض ۔ کتب وحصل الاصول الکثیرۃ[۳]	موصوف نے لکھا اور بہت زیادہ اصل نسخے جمع کیے تھے۔
ض (الف) کتبت وکتب لی عشر احمال[۴]	میں نے لکھا اور میرے واسطے دس بار شتر کتابیں لکھی گئیں۔
ظ ۔ ما رأیت فیمن رأیت اکثر کتبا... منہ[۵]	میں نے جن اہل علم کو دیکھا ہے اُن میں موصوف سے زیادہ کتابیں کسی کے پاس نہیں دیکھیں۔
ع ۔ نسخ الکثیر وحصل الاصول۔[۶]	اس نے بہت نقل کیا اور اصل نسخے فراہم کیے تھے۔

(۳) علمی ذخیرہ بنانے اور اس میں اضافہ کرنے کے لیے خود کتابیں نقل کرانا یا اجرت پر نقل کرانا، مثلاً یہ کہنا۔

عربی	اردو
الف ۔ کتب الکثیر وجمع مالم یجمعہ احد من اقرانہ[۷]	اس نے بہت لکھا اور اتنا علمی ذخیرہ جمع کیا کہ اسکے ہمعصروں میں سے کسی نے نہیں کیا تھا۔

حافظ ابن الفرات المتوفی سنہ ۳۹۴ھ کے عظیم کتب خانہ کے متعلق اسی قسم کے فقرے لکھے گئے ہیں جس میں ایک ہزار جزء تو صرف علی بن محمد مصری کی روایت سے موجود تھے، سو تفسیر[۱۰]

---

[۱] المنتظم ج ۷ ص ۲۰۰ [۲] الوافی بالوفیات، ج ۲ ص ۲۳۲، الجامع المختصر فی عنوان التواریخ و عیون السیر تالیف علی بن انجب الساعی تحقیق مصطفیٰ جواد، بغداد، المطبعۃ السریانیۃ الکاثولیکیۃ سنہ ۱۹۳۴ء ج ۹ ص ۲۱۳ [۳] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۳۶۱-۱۳۶۲ [۴] ایضاً ص ۱۳۳۶ [۵] ایضاً ص ۱۳۲۳ ج [۶] ایضاً ص ۱۲۱۴ [۷] تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۳، الانساب ورق ۴۲۰ ب کتاب المنتظم ج ۷ ص ۱۷۱، الکامل فی التاریخ ج ۹ ص ۱۰۶، البدایۃ والنہایۃ ج ۱۱ ص ۳۱۴ [۸] تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۰۲۵

سو تاریخیں موصوف کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی محفوظ تھیں، جب مرے تو اٹھارہ صندوق کتابوں سے بھرے ہوئے تھے اور یہ وہ کتابیں تھیں جو چوری سے بچ رہی تھیں، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس مختصر جملہ میں کتنی وسعت مضمر ہے۔

عربی	اردو
ب ۔ کتب بخطہ مالا یوصف کثرۃ[۱]	اس نے اتنا زیادہ لکھا ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔
ج ۔ کتب مالا یوصف کثرۃ وما زال ینسخ ویصنف[۲]	اس نے اتنا زیادہ لکھا ہے کہ اس کی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ اور وہ برابر نقل کرتا اور تصنیف کرتا رہا ہے۔
د ۔ کتب بخطہ الملیح الرشیق مالا یوصف کثرۃ[۳]	موصوف نے اپنے عمدہ و خوبصورت خط سے اتنا زیادہ لکھا ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔
ہ ۔ کتب بخطہ السریع السفیع مالا یوصف کثرۃ۔[۴]	اس نے اعلیٰ و تیز خط میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔
و ۔ کتب بخطہ شیئا کثیرا۔[۵]	اس نے اپنے قلم سے بہت کچھ لکھا ہے۔
ز ۔ کتب الکتب ونسخ الکتب الکبار[۶]	اس نے کتابیں لکھیں، اور بڑی بڑی کتابیں نقل کیں۔
ح ۔ کتب الکتب الطوال۔[۷]	اس نے لمبی لمبی کتابیں لکھیں۔
ط ۔ کتب بخطہ کثیرا واستنسخ وحصل الاصول[۸]	موصوف نے اپنے قلم سے بہت زیادہ لکھا، نقل کرایا اور اصل نسخے حاصل کیے۔
ق ۔ کتب بیدہ لاعدۃ احمال۔[۹]	اس نے اپنے ہاتھ سے کئی بار شتر کتابیں نقل کی تھیں۔

---

[۱] العبر الذہبی ج ۴ ص ۲۹۸ [۲] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۳۷۳ [۳] ایضاً ص ۱۴۰۲، [۴] ایضاً ص ۱۲۵۲ [۵] تذکرۃ الحفاظ، ج ۴ ص ۱۴۰۰ [۶] ایضاً ص ۱۲۸۳ [۷] العبر ج ۳ ص ۱۰۶ [۸] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۰۱ [۹] میزان الاعتدال للذہبی ج ۳ ص ۴۷۵۔

ی ۔ کتب الکثیر وصنف وجمع [۱] — اس نے بہت زیادہ لکھا، تصنیف اور کتابیں جمع کیں۔

ک ۔ سمع مالا یوصف کثرۃ ونسخ بخطہ الصحیح السریع [۲] — موصوف نے اتنا سماع کیا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا اور اپنے قلم سے صحیح اور جلدی نقل کیا۔

ل ۔ نقل بخطہ الملیح مالا یدخل تحت الحصر [۳] — اس نے اپنے پاکیزہ خط سے اتنا لکھا ہے کہ شمار سے باہر ہے۔

م ۔ نسخ واستکتب وصنف وجمع [۴] — اس نے کتابیں نقل کیں، کرائیں، تصنیفات کیں اور جمع کیں۔

ن ۔ نسخ لنفسہ ولغیرہ [۵] — اس نے اپنے لیے اور غیروں کے لیے کتابیں نقل کی تھیں۔

س ۔ کانت النقلۃ یحصلون من جانبہ ویمتازون من فضلہ [۶] — نقل نویسوں کو اس کی طرف سے اجرت ملتی اور وہ اسکے لطف وکرم سے بہرہ مند ہوتے تھے۔

ع ۔ کان یصل الی النقلۃ من مالہ وافضالہ شئ کثیر جدا [۷] — کتابیں نقل کرنے والوں کو مال بھی ملتا اور اسکی بے پایاں عنایتوں سے بھی سرفراز ہوتے تھے۔

ف ۔ کان یقارب عطاءہ للنقلۃ والنساخ فی کل شہر الفی دینار [۸] — وہ کتابیں نقل کرنے اور لکھنے والوں کو ہر مہینہ تقریباً دو ہزار دینار دیتا تھا۔

ق ۔ کان الوراقون یکتبون لہ [۹] — وراق اس کے لیے کتابیں لکھتے تھے۔ (باقی)

---

۱ البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۴۹، الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ ج ۱ ص ۲۷۹ ۔ ۲۸۰ ۲ تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۲۹۹ ۳ ایضاً ص ۱۳۱۱ ۴ ایضاً ص ۱۲۳۵ ۵ ایضاً ص ۱۳۱۲ ۔ ۶ عیون الانباء ج ۲ ص ۱۰۶ ۔ ۷ ایضاً ۔ ۸ ایضاً ۔ ۹ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۴۸، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۴۴ ۔ ۳۴۵ ۔